تفسیر نور العرفان (قسط ۳۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''(پیغمبر) رب کی طرف سے خصوصی علم بھی لے کر آتے ہیں، جو دوسروں کو نہیں ملتے۔ رسالات کے جمع فرمانے سے معلوم ہوا کہ وہ حضرات عقائد، اعمال، تصوف یعنی شریعت وطریقت کے تمام مسائل پہچانتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص251)

انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس صرف وحی کا علم ہوتا ہے، اسے علم شریعت کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی علم نہیں ہوتا۔ طریقت گمراہی اور ضلالت کا راستہ ہے۔

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے یوسف علیہ السلام کے دامن سے داغ غلامی دھونے کے لیے سات برس قحط سالی بھیجی اور تمام دنیا کو ان کا غلام بنا دیا۔ ایک نبی کے احترام کے لیے تمام دنیا کو مصیبت میں مبتلا فرما دیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص251)

غیر مناسب بات ہے۔ یوسف علیہ السلام کا غلام بننا اور کئی طرح کی ابتلاؤں میں مبتلا ہو کر شاہِ مصر بننا، سب اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ کئی برس کی قحط سالی وغیرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھیں، جس کا باعث یوسف علیہ السلام نہیں تھے۔ یوسف علیہ السلام کے احترام کے

لیے کسی کو مصیبت میں مبتلا نہیں کیا گیا۔

③ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''تمام جہان کی عقل نبی کی عقل کی نسبت سے ایسی ہے، جیسے قطرہ سمندر کی نسبت سے اور تمام رسولوں کی عقل، حضور کی نسبت سے ایسی ہے، جیسے قطرہ سمندر کی نسبت سے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص252)

انبیائے کرام کے مابین اس طرح کا تقابل مناسب نہیں۔

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ہود علیہ السلام بمع باقی مسلمانوں کے، مکہ معظّمہ میں تشریف لا کر مقیم رہے اور یہاں ہی آپ کی وفات ہوئی اور مطاف میں دفن ہوئے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص253)

محتاج دلیل ہے۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''قبول دعا کے لیے بزرگوں کے آستانوں پر جانا انسان کا فطری تقاضا ہے، جو اس سے روکے، وہ درحقیقت فطرت سے روکتا ہے، کبھی کامیاب نہ ہو گا۔ دیکھو فرعون کافر تھا، مگر مصیبت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا، یہ فطری تقاضا تھا۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص264)

بزرگوں کے آستانوں کی کوئی شرعی حقیقت نہیں۔ بلکہ یہ شرک وکفر اور معصیت کے اڈے ہیں۔ آستانوں پر جانا غیر شرعی اور غیر فطری ہے۔ اس سے روکنا ضروری ہے، یہی

کامیابی کا راستہ ہے۔فرعون کا موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرانا ثابت نہیں۔ بالفرض اگر ثابت بھی ہو،تو زندہ نبی، ولی سے دعا کرائی جاسکتی ہے،اس میں فوت شدہ کے آستانوں پر جا کر دعا کرنے کا کیا ثبوت ہے؟ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ سے دعا کراتے تھے، وفات کے بعد کسی صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جا کر کبھی دعا کی درخواست نہیں کی۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر دعا نہیں کی جاسکتی،تو اور کون ہے......؟

⑥ مفتی صاحب سورت اعراف (۱۴۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''رب نے اپنی صفات کی تجلیوں میں سے ایک ہلکی سی تجلی طور پر ڈالی، کیونکہ تجلی ذات پہاڑ پر نہ ڈالی گئی تھی۔اس تجلی کی حقیقت کو ہماری عقل نہیں پاسکتی۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص266)

یہ کہنا کہ صفات کی ہلکی کی تجلی ڈالی، ذات کی نہیں، بے دلیل بات ہے۔

⑦ مفتی صاحب سورت اعراف (۱۴۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ نبی پر بے ہوشی طاری ہوسکتی ہے عارضی طور پر، لہٰذا صحابہ کا طلب قرطاس کے موقع پر عرض کرنا: أَ هَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ اسی مسئلہ پر مبنی تھا۔ صحابہ کا مقصود یہ تھا کہ آیا حضور بیماری کی غشی میں یہ کلام فرمارہے ہیں، یا واقعی۔ اس آیت سے مجذوب فقیروں کے جذب کا ثبوت بھی ہوتا ہے، وہ حضرات ولایت موسوی پر ہوتے ہیں اور جذب کی حالت میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں رہتے۔موسیٰ علیہ السلام نویں ذی الحجہ جمعرات سے بے ہوش ہوئے اور دسویں ذوالحجہ جمعہ کو ہوش میں آئے۔اس مدت میں آپ نے کوئی شرعی عمل نہ فرمایا۔ جب مصری عورتیں جمال یوسفی پر فریفتہ ہو کر بے خودی میں اپنے ہاتھ کاٹ

بیٹھیں اور یہ جرم قرار نہ دیا گیا، تو ان مستان جمال الٰہی کا کیا پوچھنا؟ غرضیکہ مجذوب فقیروں کے جذب کی اصل یہ آیت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص265)

مفتی صاحب نے آیت کریمہ کی بلا دلیل تاویل اور تحریف کر دی۔ جبکہ مفتی صاحب معترف ہیں:

''اس آیت میں وہ کفار و مشرکین بھی شامل ہیں، جو ایمان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کفر والا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں اور وہ مرتدین بھی شامل ہیں، جو قرآن کی معنوی تحریف کر کے صحابہ کبار اور عام مسلمانوں کے خلاف راستہ اختیار کرتے ہیں اور آیات کے وہ معنی کرتے ہیں، جو متواتر معانی کے خلاف ہے۔ اگر انہیں آخرت کا ڈر ہوتا، تو یہ جرأت نہ کرتے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص356)

اب ہم بالترتیب اس آیت کی تحریفات کا جائزہ لیتے ہیں؛

ا۔ هَجَرَ کا مطلب ہے ''شدت بخار میں بے معنی گفتگو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا انکار و نفی کی ہے، أَ هَجَرَ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے، هَجَرَ فعل ماضی ہے۔ بعض روایات میں بغیر ہمزہ کے هَجَرَ اور يَهْجُرُ کے الفاظ ہیں، یہاں بھی ہمزہ محذوف ہے، کلام عرب میں اس طرح کے محذوفات عام ہیں۔

بعض احادیث میں هَجَرَ کے ساتھ ہمزہ استفہام انکاری کا بیان ہوا ہے، جس کا معنی یوں بنتا ہے کہ نبی کریم ﷺ شدت بخار کی حالت میں بے معنی گفتگو نہیں، بلکہ شعور و احساس کے ساتھ کلام فرما رہے ہیں۔

معلوم ہوا مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ''صحابہ کا مقصود یہ تھا کہ آیا حضور بیماری کی غشی میں یہ کلام فرمارہے ہیں یا واقعی۔'' درست نہیں۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی کو دلیل بنا کر مجذوبوں کا جذب ثابت کرنا اور یہ کہنا کہ یہ حضرات ولایت موسوی پر ہوتے ہیں اور جذب کی حالت میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں رہتے، انتہائی باطل ہے۔ بے ہوشی اور جذب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بے ہوشی بیماری سے ہوتی ہے اور جذب گمراہی سے۔

مفتی صاحب موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی کو گمراہوں صوفیوں والا جذب قرار دیا ہے۔ یہ واضح گستاخی ہے۔ اہل جذب پاگل اور دیوانے ہوتے ہیں، انہیں حلال وحرام، جائز وناجائز کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ ہر وقت کفر بکتے رہتے ہیں۔ پیغمبر کے بارے میں اس کا تصور بھی جائز نہیں۔

آیت سے جذب کا ثبوت فراہم کرنا، قرآن کریم کی توہین ہے۔ اسلام پاکیزہ اور نفیس لوگوں کا دین ہے، جو اللہ و رسول کی محبت میں جیتے ہیں۔ احکام شرعیہ کو احسن طریقے سے بجالاتے ہیں۔ توحید باری تعالیٰ اور رسالت کے آداب سے سرشار کے ہوتے ہیں، ان کے دل خشیت الٰہی اور محبت الٰہی سے لبریز ہوتے ہیں۔ وہ دین کے ایک ایک حکم میں رب کی رضا کے متلاشی ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے تھے۔ قرآن وسنت کے عامل تھے۔ ان میں کسی کو جذب نہیں ہوا، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جذب شیطان کے ساتھیوں کو ہوتا ہے، اس کا ثبوت آیات سے فراہم کرنا، اپنے نفس پر ظلم کرنا ہے۔

۳۔ ''موسیٰ علیہ السلام نو ذی الحجہ جمعرات سے بے ہوش ہوئے اور دسویں ذوالحجہ جمعہ کو ہوش میں آئے۔ اس مدت میں آپ نے کوئی شرعی عمل نہ فرمایا۔'' یہ اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام پر بہتان اور ان کی شان میں گستاخی ہے۔

۴۔ اہل جذب کو ولایت موسوی پر قرار دینا افترا ہے۔ ایسے لوگ ولی کہاں؟ یہ تو شیطان کے ساتھی ہیں، جو قرآن وسنت سے بے نیاز ہیں۔ جن کے سینے شرک وکفر سے لبریز ہیں، جن کی زبانیں پاکیزہ نہیں، جن کے بدن پاک نہیں۔ ایسوں کا کسی دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ اصل میں بے دین ہوتے ہیں۔

۵۔ مجذوبوں کو مستان جمال الٰہی قرار دینا بھی افترا ہے۔ جو توحید باری تعالیٰ کے باغی ہوں، ہر چیز میں اللہ دیکھتے ہوں، ایسے شیطان صفت لوگوں کو مستان جمال الٰہی کہنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟ یہ تو تقیہ باز رافضی ہیں، روافض دیدار الٰہی کے قائل نہیں۔

۶۔ ''مصری عورتیں جمال یوسفی پر فریفتہ ہو کر بے خودی میں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور یہ جرم قرار نہ دیا گیا۔'' کو جذب پر دلیل بنانا قرآن کریم کی تحریف ہے۔ مصری خواتین نے یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر بجائے کھانے پر چھری چلانے کے، اپنے ہاتھوں پر چھری چلا دی۔ دراصل یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر ان پر دہشت طاری ہوئی، جس سے یہ عمل سرزد ہوا۔

❀ مفتی صاحب خود لکھتے ہیں:

''حسن آپ کا معجزہ تھا، معجزہ دکھانا تبلیغ میں داخل ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص380)

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان عورتوں نے یہ عمل بے خودی میں کیا، تو بھی دلیل نہیں

بن سکتا، کیونکہ یہ عورتیں مسلمان نہ تھیں، لہٰذا اسے شرعی مسئلہ کے لیے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''سیدنا عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حق پرست قوم خفیہ طور پر ان نافرمانوں سے علیحدہ ہو کر چین کے ماوراء میں آباد ہو گئی تھی۔ حضور ﷺ نے شب معراج میں ان سے ملاقات کی اور انہوں نے حضور کو موسیٰ علیہ السلام کا سلام پہنچایا اور حضور پر ایمان لائے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص271)

ثابت نہیں۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے بلی ہمارے حضور کی روح انور نے کہا، حضور سے سن کر تمام نبیوں کی روحوں نے بلی کہا۔ انبیا سے سن کر دیگر مخلوق نے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص275)

غلو پر مبنی بے دلیل بات ہے۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''فجر اور عصر کے بعد نوافل منع ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص281)

عصر کے بعد سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے نفل ادا کرنا جائز ہے۔ بعض احادیث میں عصر کے بعد نماز ادا کرنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ نماز فجر کے بعد بھی نوافل پڑھے جا سکتے، ممانعت کا تعلق سورج طلوع ہونے کے وقت کے ساتھ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

''رسول کریم ﷺ نے عصر کے بعد سورج غروب ہونے اور فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔''

(صحيح البخاري : 588، صحيح مسلم : 825)

مگر ان احادیث میں فجر اور عصر کے متعلق وارد ہونے والی نہی (ممانعت) کو سورج زرد ہونے کے بعد اور سورج طلوع ہونے کے وقت پر محمول کیا جائے گا۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِلَّا وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

''نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے، البتہ جب سورج بلند ہو (تو پڑھ سکتے ہیں۔)''

(سنن أبي داوٗد : 1274، سنن النّسائي : 574، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 559/2، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1284)، امام ابن حبان (1547)، امام ابن جارود (281)، حافظ ضیاء (163 ـ 266) رحمہم اللہ نے ''صحیح''، جب کہ حافظ ابن العراقی رحمہ اللہ (طرح التثریب: 2/ 187) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 161/2)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ زِيَادَةُ عَدْلٍ، لَا يَجُوزُ تَرْكُهَا .

''یہ ثقہ کی زیادت ہے، جسے چھوڑنا جائز نہیں ہے۔''

(المحلّٰی : 31/3)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُصَلُّوا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ وَتَغْرُبُ عَلٰى قَرْنِ شَيْطَانٍ، وَصَلُّوْا بَيْنَ ذٰلِكَ مَا شِئْتُمْ .

''سورج کے طلوع اور غروب ہوتے وقت نماز نہ پڑھیں، کیوں کہ وہ شیطان کے سینگ پر طلوع وغروب ہوتا ہے، البتہ اس کے درمیان جتنی چاہیں نماز پڑھیں۔'' (مسند أبي يعلٰى : 4216، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّتِ الْأَخْبَارُ الثَّابِتَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنَّ النَّهْيَ إِنَّمَا وَقَعَ فِي ذٰلِكَ عَلٰى وَقْتِ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَوَقْتِ غُرُوبِهَا، فَمِمَّا دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهِيَ أَحَادِيثُ ثَابِتَةٌ بِأَسَانِيدَ جِيَادٍ، لَّا مَطْعَنَ لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيهَا .

''ان صحیح احادیث سے واضح ہوا کہ عصر کے بعد نماز کی ممانعت کا تعلق طلوعِ

آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت سے ہے، نیز سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ احادیث بھی اسی پر دلالت کناں ہیں۔ان کی سندیں عمدہ ہیں اور کسی صاحب علم کو ان پر اعتراض نہیں۔''

(الأوسط: 388/2)

❁ عبدالعزیز بن رُفیع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا، إِلَّا صَلَّاهُمَا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا۔ انہوں نے بتایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے گھر تشریف لائے تو آپ نے دو رکعت ضرور ادا کیں۔''

(صحيح البخاري: 1631)

❁ عاصم بن ضمرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كُنَّا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي سَفَرٍ، فَصَلّٰى بِنَا الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ فُسْطَاطَهٗ، وَأَنَا أَنْظُرُ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ .

''ہم علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں تھے۔انہوں نے ہمیں عصر کی دو رکعت پڑھائیں، پھر خیمے میں داخل ہوئے اور دو رکعت ادا کیں۔میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔''

(السنن الكبرٰی للبَيهقي: 459/2، وسندهٗ حسنٌ)

راویٔ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود یہ دو رکعت ادا کی ہیں۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کو سلام کرنا نماز فاسد نہیں کرتا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص285)

التحیات میں سلام مامور ہے۔ اس کا جواب نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا تعلیم کردہ ہے۔ صحابہ کرام نماز کے علاوہ نبی کریم ﷺ کو سلام تحیہ کرتے تھے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے تھے۔

⑫ مفتی صاحب سورت انفال (۲۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ آیت ابولبابہ صحابی کے بارے میں آئی۔ انہوں نے مدینہ کے یہود بنو قریظہ پر نبی کریم ﷺ کا ایک راز فاش کر دیا۔ بنو قریظہ اپنے مکانات میں محصور ہو گئے تھے، حضور نے فرمایا: تم سعد بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں، ہم ان سے مشورہ کر لیں، ابولبابہ کو بھیجا گیا، تو انہوں نے پوچھا کہ سعد بن معاذ کیا فیصلہ کریں گے؟ تو انہوں نے اپنے حلق پر انگلی پھیر کر اشارہ کر دیا کہ سب کو قتل کا حکم دیں گے۔ پھر ابولبابہ شرمندہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کی خیانت کی اور اپنے کو مسجد کے ستون سے بندھوا دیا......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص286)

باسند صحیح ثابت نہیں۔

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''کفار قریش نے اپنے کمیٹی گھر یعنی دار الندوہ میں جمع ہو کر حضور ﷺ کی ایذا

رسائی کے متعلق مشورہ کرنے لگے، شیطان ایک بڑھے آدمی کی شکل میں آیا اور بولا: میں شیخ نجدی ہوں، تمہیں مفید مشورے دیتا ہوں، کفار نے اسے بھی شامل کرلیا۔ ابوالبختری بولا کہ حضور کو مضبوط مکان میں قید کر دینا چاہیے......۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص286)

ثابت نہیں۔ محمد بن اسحاق اور ابن ابی نجیح کا عنعنہ ہے۔ دوسری سند میں محمد بن سائب کلبی متروک وکذاب ہے۔ باذام ضعیف ومختلط ہے۔

⑭ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے غار ثور کے منہ مکڑی کو مسلط فرما دیا، جس نے جالا تن دیا۔ کفار وہاں پہنچے، مگر مکڑی کا جالا دیکھ کر اس غار کی تحقیق نہ کی۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص287)

یہ واقعہ مسند احمد (۱/ ۳۴۸) وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس کی جمیع سندیں ضعیف ہیں۔

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''سیاہ خضاب منع ہے۔'' (تفسیر نورالعرفان، ص293)

سیاہ خضاب ممنوع نہیں۔ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے سیاہ خضاب لگانا ثابت ہے۔

⑯ مفتی صاحب سورت توبہ (۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر حج جمعہ کا ہو، تو حج اکبر ہے، کیونکہ جمعہ کے ایک حج کا ثواب ستر حج کے برابر ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص297)

بے ثبوت ہے۔